پائی اور حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ سے تلمذ اور صحبت و خدمت کی خاص نسبت حاصل تھی۔ عمر بھر علم اور دین کی خدمت و اشاعت میں کوشاں رہے، ۱۹۴۷ء میں لائلپور آکر ایک دینی مدرسہ قائم کیا اور بڑی بے نفسی اور خاموشی سے تبلیغ و تعلیم میں مصروف رہے، حق تعالیٰ مولانا مرحوم کو درجات عالیہ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ رحمہ اللہ وجعل الجنۃ مثواہ۔

★

اب تک کئی سیاسی جماعتوں کے انتخابی منشور سامنے آچکے ہیں مگر جمعیۃ العلماء اسلام نے یکم جنوری سے بہت قبل جو اسلامی منشور مرتب کیا اور جس جامع انداز سے ملک کے تعلیمی، اقتصادی معاشرتی اور انتظامی مسائل کو اس میں کتاب و سنت کی روشنی میں سمویا ہے، اس کی داد نہ دینا ستم ظریفی ہوگی یہ علماء کی طرف سے اپنی قسم کی پہلی جامع اور مؤثر کوشش ہے، جسکی تحسین پوری فراخدلی سے کرنی چاہیئے، پیش نظر منشور کا قصہ بعض جماعتوں سے جمعیۃ کے مشروط معاہدہ سے قطعی طور پر علیحدہ مسئلہ ہے۔ جمعیۃ کے بعض معاہدوں یا پالیسیوں سے از روئے اخلاص اختلاف کی گنجائش بھی ہو سکتی ہے۔ اور ہو سکتا ہے کسی کی صوابدید اسے مذکورہ معاملہ میں شرح صدر نہ ہونے دے۔ تاہم یہ بات بالکل اٹل ہے کہ ایسا منشور نہ تو کمیونسٹ نواز جماعتوں کا ہو سکتا ہے اور نہ کوئی سوشلسٹ ذہن اسے ایک لمحہ کیلئے برداشت کر سکتا ہے۔ اگر کسی جماعت اور پارٹی کا لائحہ عمل اس کے منشور سے واضح ہو سکتا ہے، تو جمعیۃ کا منشور ان تمام الزامات کا جواب ہے جو جمعیۃ پر سوشلسٹ ہونے کے لگائے جارہے ہیں۔ صاف بات تو یہی ہے کہ اکابر علماء حق پورے انصاف سے ایک دوسرے کی لغزشوں پر گرفت کرتے ہوئے بھی اتحاد و اتفاق کی کوئی راہ نکالیں کہ اسی میں دین کا فائدہ اور اسی میں قوم کی نجات ہے، ورنہ باہمی اختلاف اور باہمی الزام اور جواب الزام سے فائدہ بے دین اور گمراہ جماعتوں ہی کو پہنچے گا، افسوس روم جل رہا ہے مگر نیرو بانسری بجانے میں مشغول ہے۔ کاش! باہمی اختلاف کے ہولناک نتائج پر ہمارے تمام اکابر علماء حق کی نظر پڑ جائے اور وہ کسی متفقہ طریق کار اور لائحہ عمل پر یکجا ہو سکیں، محمد قاسم نانوتویؒ کے جانشینوں پر آج پوری قوم کی نگاہیں لگی ہوئی ہیں پھر کیا وہ اپنی باطنی فراست سے نہیں دیکھتے کہ محمد قاسمؒ سمیت محمود الحسن دیوبندیؒ شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ جیسے تمام اکابر کی سعید روحیں اپنی روحانی اولاد کے افتراق و انتشار سے کتنی بے چین ہیں۔!

★

حیدر آباد پر کیا گذری، مسلمان مسلمانوں کے ہاتھوں بے آبرو ہوتے، جل گئے اور لٹ گئے، اس سے پہلے ڈھاکہ میں ملکی اور غیر ملکی کے نام پر یہی کچھ ہوا۔ انّ فی ذلک لذکریٰ لمن کان لہٗ قلبٌ او القی السمع وھو شھید۔ پاکستان جس نام پر بنا تھا اس کے لئے مہاجرین نے گھر بار اور عزت و عصمت لٹائی اور انصار نے سب کچھ نثار کر دیا، مگر بائیس سال میں وہ چیز سامنے تو کیا آتی پس پردہ ڈال دی گئی، نتیجۃً وہی ہوا کہ پاکستان خاکم بدہن ریت کا تودہ ثابت ہونے لگا، اگر دعویٰ اور عمل میں تضاد نہ ہوتا اور قول میں سچائی ہوتی تو پاکستان اسلام کا ایک عظیم قلعہ ثابت ہوتا۔ اصلھا ثابتٌ وفرعھا فی السماء۔ مگر اب تو اسکی عمارت "علیٰ شفا جرفٍ ھار" (کھائی کے گرتے ہوئے کنارے پر) دکھائی دیتی ہے۔ کروڑوں مسلمانوں نے ملک و وطن کو خیر باد کہا، ادھر کی ہجرت کی اب بنگال انہیں ٹکنے نہیں دیتا، سندھ انہیں مار رہا ہے، سرحد پر پختونوں کا دعویٰ ہے۔ پنجاب پہلے سے گنجان ہے تو لیلائے پاکستان پر لٹ مرنے والوں کا ٹھکانہ کیا ہوگا کچھ ابتک اس کی پاداش میں احمد آباد اور گجرات میں جل رہے ہیں۔ اور جو ادھر آئے اب علاقائی قومی اور لسانی عفریت کی نذر ہو رہے ہیں۔ قرآن نے تو اتحاد اور یگانگت کا ایک ہی نسخہ تجویز کیا تھا کہ وہ ہیں اسلام اور دین کے علائق، مگر وہ رسّی تو اپنے ہاتھوں سے کٹتی چلی گئی، اب روئے زمین کی کوئی طاقت کوئی مادی سہارا کوئی خوشنما اقتصادی پروگرام اور کوئی دلکش علاقائی اور قومی نعرہ اسکی شیرازہ بندی نہیں کر سکتا۔ قرآن نے اپنے رسول کو خطاب کرتے ہوئے اس حقیقت کیطرف اشارہ کیا لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الّفت بین قلوبھم۔ کہ اگر تو دنیا کا ہر مادی وسیلہ، منصوبہ اور نعرہ کام میں لگا دیتا، تب بھی انہیں یکجا نہ کر سکتا یہ تو صرف اللہ نے انہیں (دین اور اسلام) کی رسّی سے باہم جکڑ دیا ہے۔ اب جب رسول کے بس کی بات نہ تھی کہ دنیا اور اس کے سارے وسائل لیکر بھی اپنی امت کو یکجا کر دیتے جب تک اس کا ذریعہ اللہ اور اسکے بھیجے ہوئے دین کو نہ بناتے تو موجودہ دور کے علاقائی، اقتصادی اور سیاسی نعرہ بازیوں کا نتیجہ موجودہ ہولناک مثالوں کے سوا اور کیا ظاہر ہو سکتا ہے۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

سمیع الحق

۲۲/ ذی قعدہ